# آہ! شیخ الحدیث مولانا قاری صدرالدینؒ

مولانا نازبیر احمد صدیقی
رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مجسمہ اخلاق، پیکر صداقت، عالم باعمل، شیخ التفسیر، شیخ الحدیث، شیخ الفقہ، شیخ الصرف والنحو، حضرت اقدس مولانا قاری صدرالدین طاہر مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ بمطابق ۵ مئی ۲۰۱۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا قاری صدرالدینؒ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ مضبوط ترین صاحب علم، جامع المعقول والمنقول مدرس، پرجوش واعظ وخطیب، اصلاح خلق کا جذبہ رکھنے والے مشفق داعی، صاحب زہد وتقویٰ، عالم باعمل، حافظ قرآت عشرہ، ماہر فنون، تواضع وانکساری کا مجسمہ اور اخلاق عظیمہ کے حامل مسحور کن انسان تھے۔ آپ نے 32 سال کا طویل عرصہ ایک ہی شہر اور ایک ہی جامعہ میں خدمت دین میں صرف کر دیا۔ عسر ویسر، تنگی وخوشحالی میں استقامت کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔ آخر عمر تک قرآن وسنت کی خدمت کرتے اور تفسیر وحدیث امت تک پہنچاتے واصل حق ہو گئے۔

آپ کی ولادت 1954ء میں ضلع لیہ کے علاقے ''جمن شاہ'' کے مضافات میں ہوئی۔ والد محترم ''خیر محمد'' علما وصلحا کے خادم اور محب ومحبوب تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم اپنے ماموں اور بننے والے سسر حافظ باغ علیؒ سے حاصل کی۔ نیز اپنے برادر اکبر قاری غلام حسن صاحب سے بھی پڑھتے رہے۔ تکمیل قرآن کریم اور گردان جامعہ قاسم العلوم ملتان میں حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمیؒ سے کی۔ جبکہ قرآت عشرہ دارالعلوم کبیروالا میں قاری کریم بخش صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحبؒ سے پڑھیں۔ آپ کو قرآن کریم سے تاحیات شغف رہا۔ فارغ اوقات میں تلاوت کلام اللہ ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ درسگاہ میں سبق سے فارغ ہو کر باقی ماندہ وقت تلاوت کلام اللہ میں صرف کرتے۔ گھر سے مدرسہ آتے جاتے بھی تلاوت کا معمول رہتا۔ سفر میں تو کئی کئی پارے تلاوت فرما لیتے۔ سفر حرمین میں گھر سے مکہ مکرمہ تک اور واپسی پر مکہ مکرمہ سے گھر تک ایک ایک ختم مکمل فرمایا۔ تقریباً چالیس برس تک اہتمام کے ساتھ تراویح سنائی۔ ضبط قرآن کریم کا یہ عالم تھا کہ رمضان المبارک کے پورے مہینے میں دوران تراویح ایک غلطی بھی نہیں آتی تھی۔

فارسی کی تعلیم کوٹ ادو میں حاصل کی۔صرف ونحو کی تعلیم کے لیے دارالعلوم کبیر والا تشریف لے گئے۔یہ پہلا سال تھا جب حضرت مولانا منظور الحقؒ نے اپنے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد اشرف شادؒ کو اپنا شہرہ آفاق سبق ''ارشاد الصرف، نحو میر اور شرح مأۃ عامل'' حوالے کیا تھا۔آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحبؒ سے نہایت ہی محنت وعرق ریزی کے ساتھ یہ کتابیں پڑھیں۔باقی علوم وفنون بھی دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال ہی میں رہ کر اپنے شہرہ آفاق باکمال علم وعمل اساتذہ سے پڑھیں۔اساتذہ کرام میں حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ، حضرت مولانا منظور الحقؒ، حضرت مولانا ظہور الحقؒ، حضرت مولانا احسان احمد تونسویؒ، حضرت مولانا غلام یاسین تونسویؒ، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، حضرت مولانا محمد اشرف شادؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالقادرؒ شامل ہیں۔ذہانت ولیاقت کے چرچے ابھی تک آپ کے رفقاء کی زبانوں پر عام ہیں۔درجہ رابعہ سے دورہ حدیث تک دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مولانا محمد ارشاد احمد کے ہم درس، ہم نوالہ وہم پیالہ اور مذاکرۂ اسباق کے ساتھی رہے۔فراغت کے بعد ایک سال جامع مسجد غلہ منڈی خانیوال میں تدریس فرمائی جہاں مولانا عبدالکریم حصاروی خطیب وامام تھے۔پھر اپنے استاذ محترم مولانا محمد اشرف شادؒ کی تشکیل پر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد تشریف لائے اور تادم زیست جامعہ فاروقیہ کے ہوکر رہ گئے۔

آپ ہمارے والد محترم حضرت مولانا رشید احمدؒ کے رفیق خاص اور معتمد تھے۔ان دونوں بزرگوں کی مساعی سے جہاں جامعہ نے بے مثال ترقی کی وہاں علاقے بھر میں دین کا کام بھی عام ہوا۔آپ 1982ء سے ہی جامعہ فاروقیہ میں مصروف عمل ہوئے اور شہر میں ایک چھوٹی سی مسجد ''مسجد بلال'' خان گڑھ روڈ میں خطابت و دروس کے فرائض سنبھالے۔آپ کی کاوشوں سے یہ مسجد عظیم جامع مسجد بن گئی۔ایک طرف آپ کی تدریس کا ہر سو چرچا ہوا، طلبہ دور دور سے جامعہ میں آنے لگے تو دوسری جانب شہر بھر میں آپ کے مواعظ کے اثرات پہنچنے لگے۔سینکڑوں لوگوں کو توبہ کی توفیق اور اپنے عقائد درست کرنے کا موقع ملا۔اس سے آپ شہر کیہمر دلعزیز شخصیت بن گئے۔ہر طبقہ فکر کا آدمی آپ سے محبت کرتا اور آپ کی خدمت میں حاضری دیتا۔

آپ تدریس کے میدان کے عظیم شاہسوار تھے۔صرف ونحو میں اس قدر مہارت تھی کہ مجھ جیسے نالائق طلبہ کو بھی ہمہ قسم مشکل ترین صیغے ازبر کرادیے تھے۔طلبہ کو صرف ونحو کی تمرین اس طرح کراتے کہ کمزور ترین طالب علم بھی لائق ترین بن جاتا۔تفسیر قرآن کریم اور فقہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔آپ نے کریما سے بخاری تک درس نظامی کی جملہ کتب کی متعدد بار تدریس فرمائی۔اکثر دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ خدمت حدیث کی توفیق نصیب فرمائے۔حق تعالیٰ نے قبولیت نصیب فرمائی۔ چھ سال قبل بنین کا دورہ حدیث اور بارہ سال قبل بنات کا دورہ حدیث شروع ہوا۔آپ کو تدریس حدیث کی خدمت کا خوب موقع ملا۔آپ کی تدریس کی نمایاں خصوصیت طلبہ کی تربیت واصلاح تھی۔آپ اکابر کے گرویدہ تھے اور اکابر کی علمی مہارت و تقویٰ کے واقعات آپ کو ازبر تھے۔طلبہ کو ہمیشہ ان واقعات کے ذریعے علم وعمل پر ابھارتے تھے۔آپ کی طلبہ پر شفقت

غالب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ بھی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ شہر بھر میں ہر غریب امیر کے ساتھ برابر تعلق تھا۔ آپ ہر کسی کے دکھ درد کے ساتھی تھے۔ شہر میں رہائش پذیر تھے، چار مرلے کے مختصر مکان میں زندگی گزاری۔ لوگ دن رات مسائل دریافت کرنے اس چھوٹے سے گھر میں آیا کرتے تھے۔ رات گئے بھی جگا کر مسائل پوچھ لیتے اور آپ خندہ پیشانی سے اسی وقت ان کا مسئلہ حل فرما دیتے۔ عوامی خدمت کا یہ عالم تھا کہ شہر کے اسی فیصد جنازے لوگ آپ ہی سے پڑھواتے، اور اسے سعادت سمجھا جاتا۔ بایں ہمہ آپ اپنے تدریسی مشاغل میں کمی نہ آنے دیتے۔

حدیث کے ساتھ تفسیر کا اعلیٰ ذوق تھا۔ 2005ء سے 2013ء تک برابر دورہ تفسیر پڑھاتے رہے۔ ملک بھر سے طلبہ کا ایک جم غفیر جامعہ میں تفسیر کے لیے جمع ہوتا۔ تقریباً 10 پارے تفسیر کمزوری ونقاہت کے باوجود آپ خود پڑھاتے اور طلبہ کو اکابر کا ذوق منتقل فرماتے۔ فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ سال بھر میں ماسوائے شدید علالت کے کبھی ناغہ نہیں کیا۔ ہمیشہ سبق میں وقت سے پہلے تشریف لاتے۔ پورے جامعہ میں سب سے کم ناغے اور گھنٹوں میں سب سے کم منٹوں کی تاخیر آپ ہی کی ہوتی تھی۔ نوجوان اور مدرسہ میں مقیم اساتذہ بھی اتنی جلدی درسگاہ میں نہ پہنچتے جتنی جلدی آپ تشریف لاتے۔ جامعہ کے ساتھ خیر خواہی اور تعاون کا معاملہ بھی دیدنی تھا۔ شہر بھر سے لوگوں کو ترغیب دے کر چندہ اکٹھا کر کے خاموشی سے دفتر میں جمع کروا دیتے اور کانوں کان کسی کو خبر تک نہ ہوتی۔ طبیعت میں گریہ وزاری غالب تھی۔ اکثر بیان ونصیحت کرتے ہوئے آب دیدہ ہو جاتے تھے۔ اساتذہ کرام اور ان کی اولادوں سے زندگی بھر خدمت وعقیدت کا تعلق رکھا۔

آپ ایک عرصہ سے شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض تھے۔ گذشتہ ڈیڑھ دو سال سے دل کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ اس سال متعدد بار کارڈیالوجی ہسپتال ملتان داخل رہے۔ مورخہ کیم مئی بمطابق کیم رجب جامعہ کی طرف سے اسباق کے اختتام کی تاریخ مقرر تھی۔ وقت مقررہ سے قبل صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح کے اسباق مکمل کیے اور ہسپتال داخل ہو گئے۔ مورخہ ۴ مئی کو چھٹی لے کر گھر پہنچے۔ ۵ مئی کو طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ احقر فوراً حضرت کو ملتان ہسپتال لے گیا۔ ہسپتال پہنچتے ہی دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ تین مرتبہ اللہ اللہ کہا اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ خبر پھیلتے ہی لوگوں میں غم وصدمے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے رہے۔ اگلے روز جامعہ فاروقیہ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق بیس ہزار سے زائد افراد جنازے میں شریک ہوئے۔ شیوخ، علمائے کرام اور طلبہ کے ساتھ عوام الناس بھی بڑی تعداد میں شریک تھے۔ حسب وصیت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے قدموں میں دفن ہوئے۔ تدفین میں بھی کرامت کا ظہور ہوا۔ حضرت قاضی صاحب کے قدموں میں دو قبروں کے درمیان صرف اڑھائی فٹ کا فاصلہ ہے۔ یہاں گورکن نے قبر بنائی۔ کھدائی کے بعد یہ قبر وسیع و عریض نظر آ رہی تھی۔ آج قبر پہ حاضری ہوئی تو عقل دنگ رہ گئی کہ اتنی مختصر جگہ میں قبر کیسے بن گئی؟ بس حق تعالیٰ نے آپ کی وصیت کی لاج رکھ لی۔ آپ نے سوگواران میں ایک بیوہ، چار بیٹے، چار بیٹیاں اور ہزاروں تلامذہ چھوڑے۔